Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 02, April - June 2025, **PP**: 54-63
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

اسلامی معیشت میں العفو کا تصور و کردار

The Concept and Role of Al-'Afw (Surplus Wealth) in Islamic Economics

1. Dr. Saira Taiba *sairaafzal524@gmail.com*	*Assistant Professor,* *Institute of Islamic Studies,* *Bahauddin Zakariya University, Multan.*
2. Dr. Razia Shabana *(Correspondence Author)* *raziashabana@bzu.edu.pk*	*Associate Professor,* *Institute of Islamic Studies,* *Bahauddin Zakariya University, Multan.*

How to Cite: Dr. Saira Taiba and Dr. Razia Shabana. 2025: "The Concept and Role of Al-'Afw (Surplus Wealth) in Islamic Economics". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (02): 54-63.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
10-05-2025	20-06-2025	30-06-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

اسلامی معیشت میں العفو کا تصور و کردار

The Concept and Role of Al-'Afw (Surplus Wealth) in Islamic Economics

1. **Dr. Saira Taiba**
   Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
   sairaafzal524@gmail.com

2. **Dr. Razia Shabana**
   (Correspondence Author)
   Associate Professor, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
   raziashabana@bzu.edu.pk

Abstract

The concept of al-'Afw (surplus wealth) holds a significant place in Islamic economic thought, representing a fundamental mechanism for achieving socio-economic justice and human welfare. Islam envisions an economic framework in which wealth is not concentrated in a few hands but circulates fairly across all segments of society. The Qur'anic principle of al-'Afw encourages individuals to spend beyond their basic needs for the collective benefit of the community, particularly the underprivileged. This study explores the conceptual foundations, practical implications, and ethical dimensions of al-'Afw as outlined in the Qur'an and Sunnah. It argues that the Islamic economic system is inherently welfare-oriented, with surplus wealth serving as a tool to bridge economic disparities, reduce poverty, and foster social solidarity. Furthermore, the research highlights that Islamic financial ethics promote responsible earning, transparent trade, and charitable spending (infāq), all of which are anchored in God-consciousness (taqwā) and a sense of accountability in the Hereafter. By analyzing primary sources and classical juristic interpretations, this paper demonstrates that al-'Afw is not merely a moral ideal but a structural component of Islamic economic policy aimed at realizing comprehensive human development.

Keywords: *Islamic Economics, Wealth Circulation, Surplus Money, Charity, Humanity.*

تمہید

جس طرح انسان فطری طور معاشرت پسند، مل جل کر رہنا اس کی فطری ضرورت ہے بالکل اسی طرح مسئلہ معاش (یعنی کھانے پینے کے بندوبست) کے لیے جدوجہد کرنا انسان کا فطری تقاضہ ہے۔ اسلام کا معاشی نظام تصور عدل پر قائم ہے۔ مسلمان اپنی معاشی زندگی میں بھی حدود اللہ اور ان اخلاقی ضابطوں کا پابند ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وضع کئے ہیں۔ اسلام کا معاشی نظام وسائل رزق پر کسی ایک طبقہ کی اجارہ داری کی سخت مذمت کرتا ہے جس میں عام لوگ بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہوں۔ اسلام نے ایسا تصور معاش دیا ہے جس میں دنیا میں بھرپور جدوجہد کے ساتھ ساتھ عقبیٰ کی فلاح نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ قرآن کریم نے معیشت کے ان تمام ذرائع کو ممنوع قرار دیا ہے، جو ظلم وزیادتی اور دوسروں کی حق تلفی پر مبنی ہوں۔ لہٰذا اسلام میں تجارت کا ضابطہ اخلاق تجارتی لین دین میں دیانت داری کے ساتھ ساتھ خدا ترسی کے جذبات کو فروغ دینا ہے۔ جدید علم معاشیات میں سماجی فلاح کا تصور بہت نیا ہے، لیکن اسلام نے پہلے ہی دن سے فلاحی اور خدمتی ریاست کا تصور پیش کیا ہے اور زکوٰۃ وصدقات کی شکل میں معاشرے کے کمزور اور مجبور انسانوں کی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت دی ہے۔ اس سلسلے میں اسلام نے صرف انفاق ہی نہیں بلکہ اپنی ضرورت سے زائد جو بھی ہو، اسے خدا کی راہ میں اور دوسروں

کی بہتری کے لیے خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔

تصورِ معاش: اسلامی تناظر میں

اسلام نے ساری زمین بلکہ پوری کائنات کو انسان کے لیے میدان عمل قرار دیا ہے اور انسان کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے معاش کے حصول اور خلق خدا کے لیے فارغ البالی کے حصول کے لیے زیادہ سے زیادہ جدوجہد کرے۔ لہٰذا اسلام نے فطرت انسانی کی پوری قدردانی کرتے ہوئے حصول معاش کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ اس کے لیے حکم بھی دیا اور اسے بہت زیادہ اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ مثلاً قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِش[1]

اور تحقیق تمہارے لیے زمین میں اختیارات عطا کیے اور تمہارے لیے مختلف اسباب معیشت (سامان زندگی) فراہم کیے۔

اسی طرح ایک اور جگہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[2]

دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی (بھی) ہم نے ہی تقسیم کی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة[3]

فریضہ عبادت کے بعد کمائی کا طلب کرنا بھی ایک فریضہ ہے۔

الغرض اسلام نے انسانوں کو محنت، معاشی جدوجہد اور حصول رزق کی کوشش پر اکسایا ہے۔ لیکن اسلام نے معیشت کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنے کے لیے چند ضوابط مقرر کیے ہیں اور یوں اہل ایمان کو تلقین کی ہے کہ وہ ان ضوابط کی پابندی کریں تاکہ یہ بابرکت فریضہ اُخروی کامیابی کا زینہ بن سکے۔

اسلامی معیشت کا ضابطہ اخلاق

اسلام نے معاشی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اسلامی نظامِ معیشت کا ضابطہ اخلاق بھی پیش کیا ہے، تاکہ اہل ایمان اس کا اتباع کریں۔ یہ ضابطہ اخلاق معاشی معاملات میں دیانت داری اور خدا ترسی کے جذبات کو فروغ دیتا ہے۔ کسی بھی انسانی معاشرے میں معاشی تفاوت کا پایا جانا یعنی بعض کا صاحب ثروت و دولت اور امیر و غنی ہونا، بعض کا ضرورت مند اور غریب و مفلس ہونا ایک فطری عمل ہے اور اس میں کئی تکوینی مصلحتیں پوشیدہ ہیں، مگر ہم خالق کائنات کے تکوینی نظام کی بجائے اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ تشریعی نظام کے مکلّف ہیں۔ چنانچہ شریعت محمدیہ، درجات معیشت میں سوشلزم کی طرح غیر فطری مساوات کی تو قائل نہیں، البتہ اس نے "حق معیشت" میں بغیر کسی تفریق کے جملہ انسانوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اس کے لیے اس نے بالعموم خوشدلانہ، رضاکارانہ، برادرانہ مؤاخات یعنی باہمی ہمدردی و غم خواری کی تعلیمات و جذبات سے کام لیا ہے۔ اس لیے غربت و افلاس کا مسئلہ شریعت محمدیہ کی بے نظیر و بے مثال اور مؤثر تعلیمات سے حل ہو جاتا ہے۔ اسلام اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے امارت و غربت کے طبقاتی احساس کو مٹا کر اخوت و بھائی چارے، ہمدردی و غم خواری کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ اسلام ایسے انسانی معاشرے کا خواہاں ہے جس میں معذور و ذی استطاعت اور غرباء و امراء میں باہمی تکافل و ہمدردی کی ایسی فضا قائم رہے کہ جس میں کسی غریب تنگدست کو اپنی غربت و افلاس کا احساس ہی نہ ہونے پائے اور اس طرح پورا معاشرہ ایک خاندان کے چھوٹے

بڑے افراد کی مانند جن میں بعض تھوڑا اور بعض زیادہ کمانے والے ہوتے ہیں، بعض بوجوہ کمانے سے بالکل معذور ہوتے ہیں، باہم مل جل کر پیار و محبت اطمینان و سکون سے زندگی گزارے۔ یہ بات عدل و انصاف اور اسلام کے مزاج کے خلاف ہے کہ کچھ لوگ تو ضروری خورد و نوش، لباس، تعلیم، علاج معالجہ کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہوں اور ساتھ ہی ایک طبقہ عیش و عشرت، فضول خرچیوں اور اپنے اللّوں تللّوں سے ان غربت کے مارے لوگوں کے زخموں پر مزید نمک چھڑکے۔

اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ انسان کسی شے کا حقیقی مالک نہیں، بلکہ ہر شے کا مالک اللہ جلّ شانہ ہے۔ اس نے زمین کو انسان کے لیے مسخر کیا تا کہ وہ اس کے راستوں پر چلے اور اللہ تعالیٰ نے جو روزی اس کو دی ہے اس میں سے کھائے اور خرچ کرے۔ گویا حقیقی روزی دینے والا صرف اللہ ہے اور انسان ان تمام اشیاء کا مالک نہیں بلکہ نگران ہے۔[4] چنانچہ قرآن میں ہے:

وَمِمَّارَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ[5]

اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا، آپ ﷺ کی رحمت و شفقت عام تھی۔ معاشرے کا محتاج طبقہ خاص کر آپ ﷺ کی رحمت سے مستفید ہوا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اہل حاجت اور بے سہارا لوگوں کی ضروریات کو پورا فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اپنے اقوال کے ذریعے ضرورتمندوں اور محتاجوں، کمزوروں کی حاجت روائی کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا بلکہ آپ ﷺ اپنی ساری زندگی اہل حاجت کی ضرورت کی کفالت کے لیے کوشاں رہے۔

بعثت نبوی کے وقت اور اس سے پہلے جن مسائل نے انسانی معاشرہ کو مبتلائے مصیبت کر رکھا تھا ان میں ایک بڑا مسئلہ دولت و افلاس کا تھا، جس نے بڑی ہی سنگین شکل اختیار کر لی تھی۔ حالت یہ بن گئی تھی کہ دولت مند اور زیادہ دولت مند ہوتا جا رہا تھا، تو مفلس کا افلاس برابر ترقی پذیر تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مختلف مذاہب نے "خیرات" کا ذکر ضرور کیا تھا لیکن محض ترغیب کی حد تک۔ لیکن ظاہر ہے کہ "ترغیب" کے راستے خیر کی راہ اپنانے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ ترغیب کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی درجہ میں لزوم بھی ضروری ہے، ایسا نہ ہو تو سرمایہ دار طبقہ کی طبعی کنجوسی اور بخل اپنا رنگ جما کر رہتی ہے۔[6]

انسان چونکہ بالطبع مال کی محبت میں غرق ہے۔ "واحضرت ا لانفس الشح" یعنی بخیلی اس کی فطرت ہے۔ اپنے گاڑھے خون پسینے کی کمائی کا ایک پیسہ بھی کسی کو دینا گوارہ نہیں کرتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے "انفاق مالی" کا دلنشین عنوان رکھا ہے۔ معاشرے کے بے بس، ضرورتمند افراد کی امداد اور ان کو وسائل فراہم کرنا اللہ کی مخلوق کے حقوق میں شامل ہے۔ یہ کسی پر احسان کرنا نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر احسان کرنے کی ایک شکل ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ معلوم لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ[7]

سائلین اور وسائل سے محروم لوگوں کا ان (مالداروں) کے مال میں حق یا حصہ ہے (خیرات نہیں)۔

قرآن میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّاوَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ وَ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ[8]

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں نہ ستاتے ہیں۔ انہی کے لیے ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور (قیامت کے روز) نہ ان کو ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حدیث میں ہے کہ:

ان للّٰہ عزوجل خلقا خلقهم لحوائج الناس،يفزع اليهم الناس فى حوا ئجهم او لئک ا لامنون من عذاب اللّٰہ تعالی[9]

اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق (بندے) ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، لوگ اپنی ضرورت کے وقت ان کے پاس گھبرا کر آتے ہیں (اور یہ ان کی ضرورت پوری کرتے ہیں) یہ لوگ (قیامت کے دن) اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

اسلام کی مجموعی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سیرت اور آپ ﷺ کے ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی اصلاح کے لیے جہاں ذاتی نیکیاں، عبادتیں اور ریاضتیں کرنا چاہئیں، وہاں اپنے ہم جنس (انسانوں) کی دینی و دنیاوی بھلائی، بہتری اور خدمت کے لیے بھی کام کرنا چاہئے۔ جس طرح معروف عبادات سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اسی طرح اللہ کے بندوں سے بھلائی کرنے سے بھی ہوتی ہے۔ جس طرح عبادات و اطاعت سے مؤمن جنت کا حق دار بنتا ہے اسی طرح اللہ کی مخلوق سے بھلائی کرنے سے بھی وہ جنت کا حقدار ہوتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں اس لیے ایک مؤمن کو خدمت خلق اور شفقت علی الخلق کے جذبے سے تمام انسانوں سے بھلائی کرنا چاہئے، یہ بات آپ ﷺ کے قول و عمل سے پوری طرح واضح ہوتی ہے۔

نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ و السلام کی شفقت ورحمت معاشرے کے محتاج اور ضرورتمند طبقات، غرباء، مساکین، یتیموں اور اہل حاجت کے لیے نہ صرف عام تھی، بلکہ اس باب میں آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ، آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات تکمیلی شان کی حامل نظر آتی تھیں۔ آپ ﷺ طبعاً فقراء ومساکین کی طرف سے فکرمند رہتے تھے اور آپ ﷺ کی عملی کوشش ہوتی تھی کہ ان کی ضرورتوں کو جلد سے جلد پورا کیا جائے اور اس سلسلے میں آپ ﷺ کے سامنے پوری انسانیت کی بھلائی تھی۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

الخلق عيال الله فاحبهم الى الله انفعهم لعيا له[10]

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اللہ کے نزدیک مخلوق میں سے پسندیدہ ترین آدمی وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ انفاق کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّاءَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ[11]

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ سے سات بالیں اُگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنے والا سب کچھ جانتا ہے۔

محسن انسانیت محمد ﷺ نے کمزور طبقہ کو اس کا صحیح مقام اس طرح دیا ہے:

هل تنصرون و ترز قون الابضعفائكم[12]

تمہاری مدد اور تمہارے رزق کا سبب صرف تمہارے کمزور بھائی ہیں۔

کسی جماعت کے افراد میں جب تک اپنے ذاتی مفاد کو جماعتی مفاد پر قربان کرنے کا جذبہ پیدا نہ ہو وہ ترقی نہیں کر سکتی، کیونکہ ایک آدمی کا ذاتی مفاد خواہ وہ بظاہر بڑا ہی کیوں نہ ہو، اجتماعی مفاد کے مقابلے میں حقیر ہوتا ہے، خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے مسلمانوں کی ایک لازمی صفت یہ بتائی ہے کہ وہ ہمیشہ ایثار پیشہ ہوتے ہیں، خواہ وہ خود ضرور تمند ہی کیوں نہ ہوں۔[13] چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن وّ مَاتُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ[14]

ہر گز حاصل نہ کر سکو گے نیکی میں کمال، جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز میں سے کچھ اور جو خرچ کرو گے االلہ کو اس کا علم ہے۔

اس طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰئکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْن[15]

اور وہ انہیں اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں چاہے خود ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں اور جنہوں نے اپنے آپ کو لالچ سے محفوظ رکھا وہی فلاح پائیں گے۔

اسلام ہر مسلمان میں انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ پیدا کرتا ہے، مال سے محبت کو کم کرتا ہے اور خدا کی راہ میں خرچ کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے انسان کو صرف انفاق ہی کی ترغیب نہیں دی بلکہ اس میں یہ جذبہ بھی پیدا کیا کہ اس کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ جو بھی ہو اُسے خدا کی راہ میں اور دوسروں کی بہتری کے لیے خرچ کر دے۔

"العفو" کا مفہوم: معاشی نقطہ نظر سے

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَایُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْو[16]

وہ یہ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں، کہہ دیجیے العفو (یعنی جو اپنی ضرورت سے زیادہ ہو)۔

العفو کی تفسیر میں اور اس کے صحیح مفہوم کے بارے میں مذہبی علماء اور مسلم معیشت دانوں میں اختلاف ہے۔ بعض علماء "العفو" کو انفاق فی سبیل اللہ کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق جو کچھ ضروریات اصلیہ سے بچ جائے وہ اللہ کریم کی رضا کی خاطر اس کے محتاج بندوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک دوسری رائے کے مطابق اصل (Capital) کو باقی رکھ کر اس کے منافع اور ثمرات کو اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کیا جائے۔[17] مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کونسا مال خرچ کریں۔ کہہ دو جو ضرورت سے زائد ہو۔ یعنی جو اپنے کھانے اور بچوں کی پرورش سے بچ جائے۔ تاہم آیات زکوۃ کے حکم سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔[18] اسی طرح عماد الدین ابن کثیر کے مطابق "العفو" سے مراد اتنا مال ہے جتنا آسان ہو۔ یعنی حاجت سے زائد چیز خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ سب دے ڈالو اور پھر خود سوال کے لیے بیٹھ جاؤ۔[19] تفسیر جلالین میں مذکورہ آیت کی تفسیر یوں ہے:

لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کتنا خرچ کریں۔ آپ فرمادیجئے جس قدر آسانی ہو۔ اس آیت میں نفلی صدقات کا بیان ہے یعنی جو کچھ ہمت ہو خرچ کر لیا جائے۔ مراد وہ مال جس کا خرچ سہل ہو باعث تکلیف نہ ہو۔ نرم زمین کو بھی اسی لیے عفو کہتے ہیں۔[20]

شاہ ولی اللہ کی فکر میں "العفو" سے مراد ضرورت سے زائد سامان دینا ہے۔ آپ کے مطابق مال جمع کرنے اور نمائش کا شوق معاشی اونچ نیچ اور عدم توازن کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا شاہ صاحب زائد از ضرورت اشیاء جمع کرنے کی مذمت کرتے ہیں۔[21] اسی طرح مولانا ابو الکلام آزاد بھی اس سوال کے جواب میں کہ مصارف جنگ اور اسی طرح کی دوسری ضرورتوں کے لیے کس قدر خرچ کیا جائے؟ فرماتے ہیں کہ کوئی

خاص قید نہیں، ضروریات معیشت سے جو کچھ فاضل ہو کر بچ رہے۔ اسے راہ مقصد میں لگا دو۔[22] نیز مفتی محمد شفیع عثمانی معارف القرآن میں رقم طراز ہیں:

"اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے۔[23]

مفسرین کی ان تصریحات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں ضرورت سے زیادہ مال خرچ کرنے کا اشارہ ہے۔ مگر ضرورت سے زائد جتنا مال ہے وہ سب خرچ کر دینا چاہیے یا کچھ آئندہ ضرورت کے لیے ذخیرہ کرنا بھی جائز ہے؟ قرآن مجید میں الفاظ کا یہ ابہام دونوں صورتوں میں گنجائش دے رہا ہے۔ قرآن نے مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ وہ دوسروں کی ضرورتوں کا خیال رکھیں۔ چنانچہ مؤمنوں کی یہ صفت گنوائی کہ:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا[24]

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

لہٰذا قرآن تقویٰ و قربِ الٰہی کا بلند اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے "العفو" یعنی راہ خدا میں خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

العفو کے انفاق کے فوائد و ثمرات

اسلام انصاف پسند دین ہے، اس کا ہرگز یہ مزاج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق میں کوئی بھوکا پیاسا اور اپنی ضروریات زندگی سے محروم رہ کر بے بسی کی زندگی گزارے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام اس کے رزق کا بندوبست اس طرح کرتا ہے کہ جو لوگ معاشی جدوجہد میں آگے نکل چکے ہیں وہ ان افراد کی کفالت کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اسلام دولتمند افراد کو ترغیب و ترہیب دونوں طریقوں سے یہ درس دیتا ہے کہ ان افراد تک بھی ضروریات زندگی پہنچائیں۔ اسلام ایسے افراد کو صحیح ہی نہیں سمجھتا جو غریب کی حاجت روائی نہ کریں۔ اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حسین امتزاج ہے۔ اسلام میں نماز سب سے بڑی عبادت ہے۔ لیکن قرآن حکیم نے ایسے نمازیوں کو ہلاکت کی وعید سنائی ہے جو نماز کو محض قیام، رکوع، سجود تک محدود رکھتے ہیں اور اذہان و قلوب میں للّٰہیت و خشیت پیدا کر کے دکھی انسانیت کو اس کے مصائب سے نجات نہیں دلاتے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ[25]

ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے، جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور اشیاء ضرورت کو روکتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ محض نماز کی ادائیگی عبادت نہیں، سچے اور پرہیزگار لوگ وہ ہیں جو انفاق فی سبیل اللہ کے مطابق رشتہ داروں، یتیموں، مسافروں، مستحق سائلین کی مالی امداد کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَاكَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ[26]

مومنو! اپنی کمائی میں سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے عمدہ چیزوں کو چھانٹ کر اس میں سے خرچ کرو اور ردی کی چیز کی طرف نیت مت لے کر جاؤ کہ اس میں سے خرچ کر دو حالانکہ وہ چیزیں اگر تمہارے حق کے بدلے میں تمہیں دی جائیں تو تم ہرگز قبول نہ کرو بجز اس کے کہ کسی وجہ سے چشم پوشی کر جاؤ۔

جامع ترمذی میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سالت النبی ﷺ عن الز کاۃ فقال: ان فی المال حقا سوی الزکاۃ[27]

یعنی مال میں زکوٰۃ کے سواء بھی حق ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ[28]

اور ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آموجود ہو۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ[29]

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مذکورہ نصوص سے بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ سے رکنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ چنانچہ اسلام نے زکوٰۃ، صدقات واجبہ اور اسی طرح کی لازمی ذمہ داریوں کے ساتھ اسلامی معیشت میں گردش دولت کے لیے العفو جیسی عظیم الشان اخلاقی تعلیم سے سرفراز فرمایا۔ آپ ﷺ کے دل میں لوگوں کی خیر خواہی، بھلائی اور مظلوم کی مدد کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ خدمت خلق آپ ﷺ کی سماجی زندگی کا ایک اہم باب ہے۔ آپ ﷺ نے جس ماحول میں اسلام کی نشرواشاعت کا فریضہ انجام دیا اس کی مقبولیت میں جہاں اس پیغام کی حقانیت، اس کے محکم اصول اور الٰہی تعلیمات کی تاثیر کارفرما تھے وہیں عام انسانی ہمدردی، خدمت اور انسان دوستی کی خصوصیات بھی اس پیغام کی نشرواشاعت کا سبب بنیں، جو آپ ﷺ کی عادت ثانیہ تھیں اور جن سے کام لے کر آپ ﷺ سرکش مخالفین تک کو اسلام کے دامن رحمت میں لے آئے۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں ایک ایسا معاشرہ قائم فرمایا، جس کے افراد قربانی کا جذبہ رکھتے اور اپنی ضروریات پر اپنے بھائی کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

خير الناس من ينفع الناس[30]

تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع دے۔

تاریخ انسانی کے کسی بھی دور میں یا اس وقت روئے زمین پر اگر کوئی آدمی رزق اور بنیادی ضروریات سے محروم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ قدرت کی طرف سے ودیعت شدہ وسائل معیشت و رزق کی تقسیم کے نظام میں انصاف نہیں ہو رہا ہے۔ عام غربت و افلاس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں مگر ان میں سب سے بڑا سبب وسائل دولت اور اسباب معیشت کے تقسیم کنندگان وہ ظالم، لٹیرے، قارون صفت، حریص اور غاصب ہیں جو محروم المعاش اور کمزور لوگوں کا حق مارے بیٹھے ہیں۔ یہی حرص و لالچ، ناانصافی اور استحصال معیشت کے میدان میں "اُم الخبائث" یا "ام الامراض" ہے جو بے شمار خرابیوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔ آج سے چودہ سو سال قبل درس گاہ نبوت اور صحبت نبوی ﷺ کے تعلیم و فیض یافتہ حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت پر ان کے مالوں میں اپنے معاشرے کے فقراء اور مساکین کی معاشی حاجات کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ فقیر لوگ اگر بھوکے ننگے یا معاشی تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس لیے کہ اہل ثروت نے ان کے حق یا ان کے حصے کے وسائل رزق کو روک لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ یہ امر لازم ٹھہرا رکھا ہے کہ بروز قیامت وہ ان اہل ثروت کا محاسبہ فرمائے گا اور فقراء کی اس حق تلفی پر انہیں عذاب دے گا۔[31]

کوئی ماہر اقتصادیات یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آج زمین پر جتنی پیداوار ہے اس سے زیادہ آبادی ہے۔ کیونکہ اللہ کریم نے جس انسان کو پیدا کیا اس کے رزق کا بھی وافر مقدار میں سامان کیا ہے۔ مگر آج انسانی خواہشات اور ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ ایک سیر نہ کھا سکے مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی اس کو بمطابق حدیث نبوی ﷺ قبر کی مٹی ہی پورا کرے گی۔[32]

حاصل بحث

دنیا میں بھوک و افلاس، تنگدستی، ظلم و ناانصافی، خود ساختہ استحصالی، غیر منصفانہ قانون، غیر فطری حد تک معاشی و معاشرتی تفاوت اور عدم توازن جیسی بنیادی اور ننگ انسانیت خرابیوں کا خاتمہ اور دنیا میں ہمہ جہتی خیر و بھلائی، اقتصادی ترقی و معاشی، خوشحالی، دنیوی اور اخروی سعادتوں اور فوز و فلاح کے حصول کے لیے اور رب کریم کے پسندیدہ اور مقرر کردہ دین (نظام زندگی) کے کلی اور ہمہ جہتی نفاذ کے بغیر ممکن نہیں جسے اس نے اپنے برگزیدہ اور منتخب نفوس قدسیہ انبیاء کرام علیہم السلام کی معرفت انسانیت کی دنیوی واخروی فلاح کے لیے عنایت فرمایا اور جس کی تکمیل اس نے اپنے آخری پیغمبر رحمت دوعالم حضرت محمد ﷺ کے ذریعے فرمادی۔ قرآن مجید کی رو سے معاشی خوشحالی، اقتصادی ترقی اور دنیوی و مادی برکات کے حصول کے لیے خلق خدا کے حقیقی خیر خواہ جناب حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ اور تعلیمات و ہدایات کی پیروی ضروری ہے۔ احادیث شریفہ میں خدمت خلق اور رفاہ عامہ کے لیے اپنا مال، وقت، صحت کو لگانا صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں رفاہی کاموں کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی بندگی، اس کی حاکمیت اعلیٰ کے قیام اور ایک بندے کی عاجزی اور صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے انسانوں کی خدمت کرنے کے عمل کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے مسلمانوں کو باور کرایا کہ یہ مال جو تم محنت اور جدوجہد سے کماتے ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، تم اس کے امین ہو، لہٰذا معاشرہ کے وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے کسی وجہ سے اس نعمت سے محروم رکھا ہے ان کا تمہارے مالوں پر حق ہے، لہٰذا جس طرح نماز کا ادا کرنا تمہارے ذمہ ضروری ہے اسی طرح ان لوگوں کا مالی حق بھی تمہارے ذمہ ضروری اور لازمی ہے۔ لہٰذا قرآن عزیز تقویٰ اور قرب الٰہی کا بلند ترین مقام حاصل کرنے کے لیے "العفو" راہ حق میں خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور العفو کا نظریہ معیشت اسلامی کا اخلاقی نظریہ ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، صحابہ کرام، تابعین اور صوفیاء کرام اسی اخلاقی نظریہ پر عامل تھے۔

مسلم امہ کو بھی اسی نظریہ عفو کے ذریعہ معاشرے کے محتاجوں، بیکسوں، معذوروں بیماروں اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال اور فلاح و بہبود کے لیے سرگرم ہونا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو خلق خدا کی دینی و دنیاوی بھلائی اور خدمت کے لیے سرگرم رہنا چاہیے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور جنت کا حقدار بھی بنے۔ یہ مقصد بہتر طور پر اسی صورت میں پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے کہ معاشرے میں تمول و احتیاج اور دولت و ضرورت کے درمیان توازن پیدا کیا جائے، تاکہ معیشت اعتدال میں رہے۔

حوالہ جات و حواشی

1 سورۃ الاعراف 10:07۔

2 سورۃ الزخرف 32:43۔

3 البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، **السنن الکبریٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1424ھ)، رقم الحدیث: 1169۔

4 محمود احمد ظفر، حکیم، **معیشت و اقتصاد کا اسلامی تصور**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2006ء)، ص 556۔

5 سورۃ البقرۃ 03:02۔

6 سعید الرحمن علوی، مولانا، **اسلامی حکومت کا فلاحی تصور**، (لاہور: مکتبہ جمال اردو بازار، 2003ء)، ص 26۔

7 سورۃ الذاریات 19:51۔

8 سورۃ البقرۃ262:02۔

9 خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، **مشکوٰۃ المصابیح**،(لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد)، رقم الحدیث:8994۔

10 الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، **المعجم الکبیر**،(موصل: مکتبہ العلوم والحکم،1985ء)،2/357۔

11 سورۃ البقرۃ162:02۔

12 خطیب تبریزی، **مشکوٰۃ المصابیح**، رقم الحدیث:5232۔

13 محمد امین، ڈاکٹر، **مسلم نشاۃ ثانیہ اساس اور لائحہ عمل**،(لاہور: بیت الحکمت،2004ء)، ص84۔

14 سورۃ آل عمران29:03۔

15 سورۃ الحشر09:59۔

16 سورۃ البقرۃ219:02۔

17 نور محمد غفاری، ڈاکٹر، **اسلام کا معاشی نظام**،(کراچی: شیخ الہند اکیڈمی،2010ء)، ص300۔

18 عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، **تفسیر ابن عباس**،(لاہور: مکی دار الکتب، سن ندارد)،1/130۔

19 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر عماد الدین، **تفسیر القرآن العظیم**،(لاہور: اسلامی کتب خانہ،2005ء)،1/315۔

20 جلال الدین محلی و جلال الدین سیوطی، **تفسیر جلالین**،(کراچی: دار الاشاعت،1999ء)،1/252۔

21 حسین محمد قریشی، مولانا، **شاہ ولی اللہ کا نظریہ معیشت اور عصر حاضر میں اس کی افادیت**،(لاہور: المکتبہ السلفیہ،2005ء)، ص391۔

22 ابو الکلام آزاد، مولانا، **ترجمان القرآن**،(اسلامی اکادمی)، ترجمہ و تفسیر البقرۃ آیت912۔

23 مفتی محمد شفیع، مولانا، **معارف القرآن**،(کراچی: ادارۃ المعارف،2010ء)،1/537۔

24 سورۃ الدھر08:76۔

25 سورۃ الماعون04:107۔

26 سورۃ البقرۃ267:02۔

27 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **سنن الترمذی**،(استنبول: دار الدعوۃ،1401ء)، کتاب الزکوٰۃ، باب ماجاء ان فی المال حقا سوی زکوٰۃ، رقم الحدیث:659۔

28 سورۃ المنافقون09:63۔

29 سورۃ البقرۃ195:02۔

30 علی المتقی الہندی، علاؤ الدین، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**،(بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ،1958ء)، رقم الحدیث:45144۔

31 ابن حزم، علی بن احمد بن سعید، **المحلی بالآثار**،(القاہرہ: ادارہ منیریہ،1374ھ)،3/554۔

32 خطیب تبریزی، **مشکوٰۃ المصابیح**، رقم الحدیث:5273۔